مذہبی رواداری اور عصری تقاضے: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Religious Tolerance and Contemporary Demands: A Research Review in the Context of Islamic Teachings

Dr. Qaria Nasreen Akhtar[1]

Abstract:

Fourteen hundred years ago today, the book that was sent down from the sky by Hazrat Gabriel to the Prophet (ﷺ), which is a book of guidance, nature and an ideal code of life. That is why it contains the virtues and blessings of all the previous heavenly books has achieved great progress in technology and culture and civilization and looks very happy on the outside and is restless, dull and hollow inside due to the hot market of materialistic lust and oppression, today's oppressed, distressed and lustful world. The person who sweats in the mill has longed for patience and tolerance. The tolerance of religion and belief with the characteristics seems to be missing. Unfortunately, the tolerance of today's Muslims with non-Muslims has remained in its place, patience, tolerance and tolerance among themselves. The world is ending. The evil monster of narrow-mindedness and bigotry has badly tightened its claws on the minds and hearts of Muslims. It is necessary to end this trend of intolerance so that our ideal society whose examples Declaring that we do not get tired of being able to come back into existence. This paper examines religious tolerance in the context of Islamic teachings. Through Islamic teachings, let us teach our minds and hearts the lesson of tolerance, uproot extremism, don't give place to necessity leave fatwas on trivial matters. Let him walk on the path and get rid of doubts.

Key words: *Civilization, Religious Tolerance, Ideal Society, Research*

کسی بھی ملک یا قوم میں داخلی امن وامان، مادی اور روحانی ترقی، ملکی استحکام اس وقت ہو گا جب وہاں رہنے والے مختلف مذاہب ومسالک سے وابستہ افراد کے ساتھ روادارانہ تعلقات اختیار کیا جائے۔ ہر ملک میں اور خاص طور پر وہ تمام ممالک جن میں دوسرے مذاہب ومسالک سے تعلق رکھتے ہیں ان کو رواداری پر عمل پیرا ہونے کی سختی سے ضرورت ہے۔ مذب اسلام روایات اور رسوم پر مبنی عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ خالق کائنات کی طرف سے مخلوق خدا کو زندگی گزارنے کی ہدایت دیتا ہے ان ہدایات پر عمل پیرا ہو کر انسان معاشرے میں معاشی ترقی، محبت اور بلا تفریق رنگ ونسل، قوم ومذاہب ایک دوسرے کے لیے بھلائی کی راہیں ہموار کر سکتا ہے۔ اسلام ایک دین رحمت ہے اس لیے کہ انسانیت کی تکمیل کے لیے جتنے فضائل اخلاق کی ضرورت ہو سکتی ہے، ان سب کی تعلیم ہمارے رسول اکرم ﷺ نے دی اور ان پر خود عمل کر کے دکھایا۔

مذہبی رواداری کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغوی معنی: رواداری کے معنی عربی زبان کے لفظ "تسمع تسامح" سے ماخوذ ہیں یعنی نرمی برتنا اور دوسروں سے در گزر کرنا اسی لیے عربی میں

[1]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
Post Doctoral Fellow, IRI, International Islamic University, Islamabad drqarianasreenakhtar@gmail.com

لفظ ''التسامح الدینی'' مستعمل ہے یعنی مذہبی رواداری جس کا ایک معنی مذہبی برداشت بھی بنتا ہے۔ صاحب جامع اللغات رواداری کو مونث کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس کے معنی رعایت رکھنا یا جائز رکھنا کے ہیں۔ ایک دوسری جگہ رواداری کے معنی بے تعصبی اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کے بھی آئے ہیں۔[1] انگریزی زبان میں رواداری کے لیے "Tolerance" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی تحمل، برداشت اور صبر کرنے کے ہیں اسی طرح "Tolerance" یعنی مذہبی رواداری بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم: رواداری تحمل و برداشت کی ایک ایسی صورت ہے جو کسی ناپسندیدہ چیز کی موجودگی میں ظاہر کی جائے رواداری کو آزادی سے مختلف سمجھنا چاہیے، کیونکہ (اس کے وجود کا اطلاق) اسی چیز پر ہوتا ہے جس کو ایک غیر متفقہ یا بری چیز سمجھا جاتا ہے) رواداری کا لفظ اپنے مطلب میں ناپسندیدگی کے معنی رکھنا ہے ہم ایسی چیز سے رواداری نہیں کر سکتے جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں جس کو ہم پسند کرتے ہوں یا قبول کرتے ہوں تقریر، عبادات اور حرکت اخلاقی طور پر اچھی اور معتدل چیزیں ہیں لیکن جب ہم رواداری کے لیے بولتے تو ہم مذہبی رواداری کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں رواداری کا ایک معنی برداشت بھی ہے اور اس کا متضاد عدم برداشت ہے اس سے مراد اپنے آپ کو روکنا اپنے نفس کو اضطراب گھبراہٹ سے روکنا اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا۔ اسی طرح ہم جن چیزوں کو عام طور پر برائی سمجھتے ہیں (طوائف بازی، جوا بازی اور منشیات) ان کے بارے میں رواداری نہیں کر سکتے رواداری کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے ایک چیز کو ناپسند کریں اور پھر اس کو اختیار کر لیں۔[2]

رواداری کے متبادل الفاظ:

سزا کو رواداری کے متبادل کے طور پر لیا جاتا ہے ہر ایک بالکل مختلف چیز ہے تعریف کے لحاظ سے سزا کی تعریف ہمیشہ غلط کی جاتی ہے اخلاقی مذمت بھی اس کے مطلب کا ایک حصہ ہے کون یہ کہتا ہے کہ رواداری کا متبادل ہمیشہ ایک غلط پالیسی ہے مثال کے طور پر کیا منشیات کی روک تھام غلط ہے؟ کیا یہ سزا ہے؟ یہ کہنا غلط ہوگا کہ ایسی چیز جس سے رواداری برتی جاتی ہے اس کو سزا دی جاتی ہے سزا رواداری کا ایک متبادل ہے۔ تاہم ایک اور متبادل بھی ہے جس کو لازماً مزید معتدل زبان میں بیان کرنا چاہیے۔ تقریباً تمام الفاظ جو ہم سماجی مسائل پر بحث کرنے میں استعمال کرتے ہیں وہ عام الفاظ ہوتے ہیں رواداری کے متضاد کے طور پر اگر لفظ "زبردستی" لیا جائے تو یہ بہتر ہوگا۔ یہ کہنا کہ آیا تیرھویں صدی میں یورپ میں مذہب کے نام پر ظلم جائز تھا یہ تو اس مسئلے کو تعصب کی نظر سے دیکھنا ہے لیکن ایک فرد ایک غیر جانبدارانہ بحث میں یہ کہہ سکتا ہے کہ آیا مذہبی نظریات پر زبردستی اس وقت اور اس جگہ جائز تھی حتیٰ کہ وہ لوگ جنہوں نے یہ زبردستی اختیار کی وہ بھی اس کو ایک زبردستی کہنے پر متفق ہوں گے۔

ضرورت اس امر کی ہے عدم رواداری کے اس رجحان کو ختم کیا جائے تاکہ ہمارا وہ مثالی معاشرہ جس کی مثالیں بیان کرتے ہوئے ہم نہیں تھکتے دوبارہ وجود میں آسکے اور صرف ایسا ایک صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنے اذہان اور قلوب کو برداشت کا سبق دیں شدت پسندی کو اکھاڑ کر پھینک دیں فروعات کو ضرورت کی جگہ نہ دیں معمولی معمولی باتوں پر فتوے بازی چھوڑ دیں۔ معاملات کی تحقیق و جستجو کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ہمارا ذہن تحقیق کی راہ پر گامزن ہو جائے اور تشکیک سے جان چھوٹ جائے جس طرح اسلام نے ایک ہمہ گیر اخلاقی نام دیا ہے اسی طرح اس نے ہر ہر صفت اور ہر ہر طبقہ کے حقوق بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ اگرچہ حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے قومی وطنی اور طبقاتی عصبی کا نام ونشان تک مٹا دیا اگر کہیں اس نے کسی حق میں کمی کی ہے تو اسی اعتبار سے فرائض میں بھی کمی کر دی ہے انسانی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ وہ مسلمانوں کے لیے جو معیار مقرر کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1]- عبدالمجید خواجہ، جامع اللغات، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء، 1138/2-
Khāwjah, Abdul Majeed, *Jāme' al Lughāt*, Lahorer: Urdu Science Board,1989, 1138/2

[2]- پروفیسر منہاج الدین، قاموس الاصطلاحات، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء، ص: ۸۰۵۔
Prof. Minhāj al-Dīn, *Qāmoos al Istalāhāt*, Lahore: Maghrabī Pakistan Urdu Academy, 1982, p.805

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔"[1]

"تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔"

رواداری کے فروغ کے حوالے سے مجلہ الامیر میں شائع ہونے والا مقالے میں مقالہ نگار نے یہ بات کی ہے۔[2]

اسلام میں رواداری کا تصور:

ہماری یہ دنیا جو سائنس، ٹیکنالوجی اور تہذیب وتمدن میں زبردست ترقی حاصل کر چکی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما نظر آتی ہے اور مادی ہوس اور ستم گیری کی گرم بازاری کے باعث اندر سے بے چین، بے مزہ اور کھوکھلی ہے، آج کا ستایا ہوا، پریشان حال اور دنیائے ہوس کی چکی میں پسنے والا انسان تحمل ورواداری کو ترس گیا ہے خصوصیات کے ساتھ مذہب اور عقیدے کی رواداری مفقود نظر آتی ہے۔ بدقسمتی سے عصر حاضر کے مسلمان کی اس وقت غیر مسلموں کے ساتھ رواداری تو اپنی جگہ پر رہی خود مسلمانوں میں تحمل، برداشت اور بردباری کا رجحان ختم ہوتا جارہا ہے تنگ نظری اور تعصب کے مکروہ عفریت نے بری طرح سے مسلمانوں کے اذہان اور قلوب پر اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔

اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہوئے دوسرے افراد پر کفر کا فتوی لگادینا ایک معمول بن چکا ہے تنگ نظری اور تعصب کی فضا میں نشو ونما پانے والے افراد کا سارا زور اس پر نہیں ہوتا کہ ان کا گروہ سچا ہے بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ فریق مخالف کو دین سے خارج کر کے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیں۔ اس مقصد کے لیے اللہ کے کلام کی آیات کو منطق وفلسفہ کی موشگافیوں میں الجھا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ جب قرآن کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے پاتے تو اسے کھینچ کر اتنا نیچے لے آتے ہیں کہ وہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے۔[3]

برطانوی فلسفی "جان لوگ" زبردستی کے بارے میں عیسائیت کے دلائل دینے میں مشہور ہے۔ سترھویں صدی میں عیسائی لوگوں نے زبردستی کے پرانے نظریے پر اپنا یقین کھونا شروع کر دیا اگرچہ یہا بھی زیر استعمال تھا۔ "Portestism" ایک بڑی طاقت کے طور پر ابھرا جیسا کہ کیتھول ازم "Katholism" کا پرانے مذہبی عقائد پر یقین ختم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اگر "Protestism" نے رواداری کا سبق نہیں دیا تو اس نے ایک ایسا سبق ضرور دیا جس نے رواداری کے لیے راستہ ہموار کیا پروٹسٹنٹ "Protestent" نظریہ کے مطابق ہر آدمی ایک پادری کی حیثیت رکھتا ہے اس نے مذہبی عقائد کی نفی کرنے والوں کو تحفظ فراہم کیا۔

لاگ "Log" کی رواداری کی حمایت (جو کہ اس نے اپنی کتاب Ded Tolerauta Episoal جو کہ ء میں چھاپی گئی) وہ ایک پہلی حمایت نہیں تھی لیکن یہ ایک پہلی منظم دلیل ضرور تھی جو کہ اس کی حمایت میں جاتی تھی۔ Log کی پہلی دلیل یہ تھی کہ "زبردستی" ایک موثر طریقہ نہیں طاقت کے ذریعے ایک آدمی کو عیسائیت کی عبادت پر مجبور تو کیا جاسکتا ہے لیکن طاقت کے ذریعے کسی کی روح میں کسی عقیدے کو جگہ نہیں جاسکتی۔ Log نے کیتھولک Katholic دلائل کو قطعی طور پر رد کر دیا کہ زبردستی تشدد اور موت کسی بھی آدمی کو نجات دلا سکتے ہیں۔[4]

اسلام میں مذہبی رواداری اور وسعت نظری

---

[1]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب الاخیہ مایحب لنفسہ، رقم الحدیث: ۱۳

Bukhari, Muḥammad bin Ismā‘īl, Al Jāmw al Saḥīḥ, kitāb al-eīmān, bāb min al-eīmān an yuḥib.., Hadīth: 13

[2] Liaquat, D. U., & Naimat Ullah, M. (2024). (اسلامی جہاد کے اصول و ضوابط اور عصری معنویت (عہدِ خلافتِ راشدہ کے تناظر میں: The Principles of Islamic Jihad and its Contemporary Status (In the context of the Caliphate's Era). *Al-Amīr Research Journal for Islamic Studies*, *5*(01), 1–15.
Retrieved from https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/91

[3]۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، لاہور: اسلامی اکیڈمی، ج ۱، ص ۳۳۰

Abu al-Kalam Azad, Tarjumān al-Qurān, Lahore: Islāmī Academy, 330/1

[4]. The Encyclopedea of Philosophy-Collier, London: Macmillan Publishers, V.7, p. 143

اسلام رواداری اور وسعت نظر کی تلقین کرتا ہے اختلاف کو قبول کرنا رواداری ہے، رواداری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان حلیم الطبع ہو، بردبار، صابر اور عفو درگزر سے کام لے اسلامی معاشرہ دیگر مذاہب کے پیرکار سے رواداری سے پیش آتا ہے اس طرح اگر مسلمان میں بھی اختلاف کی راہ نکل آئے تو تحمل کے ساتھ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سننا چاہئے اور نرمی و قار اور شائستگی کے ساتھ جواب دینا چاہئے طعن و تشنیع اور تشدد کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

رواداری و وسعت از روئے قرآن حکیم:

قرآن حکیم نے جابجا وسعت نظر رواداری اور تحمل و برداشت کی تلقین کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔" [1]

"دین میں جبر نہیں ہے۔"

یعنی کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاسکتا البتہ مسلمان کو شرعی احکام پر چلانے کے لیے مناسب حد تک سختی کرنا جائز ہے۔مزید فرمایا۔

"لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔"[2]

"تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

"وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هجْرًا جَمِيْلًا۔"[3]

"اور جو کہتے ہیں اس پر صبر و کرو اور ان سے خوش اسلوبی سے علیحدہ ہو جاؤ۔"

"خُذِ الْعَفْوَوَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔"[4]

"عفو کو اپنائیے نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کیجئے۔"

مندرجہ بالا آیات میں آنحضرت ﷺ کو صبر و عفو کی تلقین کی گئی ہے صبر و عفو کے بغیر رواداری کو اپنایا نہیں جاسکتا اسلام میں اس قدر رواداری ہے کہ وہ غیر مسلموں کو بھی انسانی بنیادوں پر متحد ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔"[5]

"آپ فرمائیں کہ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔"

مذہبی رواداری از روئے قرآن:

---

[1]۔ البقرۃ، ۲:۲۵۶ — Al-Baqarah, 2:256

[2]۔ الکافرون، ۱۰۹:۶ — Al-Kāfirūn, 109:6

[3]۔ مزمل، ۷۳:۱۰ — Al-muzammil, 73:10

[4]۔ الاعراف، ۷:۱۹۹ — Al-a’rāf, 7:199

[5]۔ آل عمران، ۳:۶۴ — Āl-e-Imrān, 3:64

آج سے چودہ سو برس پہلے آسمانی سے جبرائیل کے ذریعہ سے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے دل پر اترنے والی کتاب جو کہ کتاب ہدایت فطرت اور مثالی ضابطہ حیات ہے۔اس لیے بھی یہ اپنے اندر تمام سابقہ آسمانی کتب کی خوبیوں اور برکتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے تمام جہانوں کے پالنہار کی یہ کتاب حکمت اپنی اشرف المخلوقات بنی نوع انسان کی طرف کئی خوش خبریوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ارشاد ربانی ہے:

"وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَشِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔"[1]

"اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کر رہے ہیں جو صاحبانِ ایمان کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالمین کے لئے خسارہ میں اضافہ کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔"

مزید ارشاد ہے:

"وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُم۔"[2]

"اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف سے فیصلہ کروں۔"

صرف آپ ﷺ ہی نہیں بلکہ ابتداء کائنات سے اب تک تشریف لانے والے تمام انبیاء کو یہی حکم ہے صرف اور صرف عدل اجتماعی کا نفاذ کریں اور معاشرے میں رہنے والے تمام طبقات کو آپ میں خوش اخلاقی تحمل بردباری اور بھائی بھائی بن کر رہنے کا درس دیں اور لوگوں کو آزادی اور خود مختاری سے زندگی گزارنے دیں کسی قسم کا جبر واکراہ اور ظلم وستم نہ کریں بلکہ ایسا کرنے والوں کو روکیں مذہبی رواداری کے حوالہ سے قرآن مجید نے اپنے تمام مبلغین کے لیے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔"[3]

"یعنی دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔"

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں کیونکہ وہ دل کے اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور جبر و تشدد سے اعتقاد پیدا نہیں کیا جاسکتا بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو گئی ہے اور اب دونوں راہیں لوگوں کے سامنے ہیں جسے چاہیں اختیار کر دیں۔[4] اسی طرح آگے چل کر مذہبی رواداری کے حوالے سے مزید قرآن میں آتا ہے:

"لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔"[5]

"وہ تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا ہے اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔وہ

---

1. الاسراء، ۱۷:۸۲ — Al-Isrā, 17:82

2. الشوریٰ، ۴۲:۱۵ — Al-Shūrā, 42:15

3. البقرۃ، ۲:۲۵۶ — Al-Baqarah, 2:256

4. ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، 331/1 — Abu al-Kalām Azād, Tarjumān al-Qurān, 331/1

5. الممتحنہ، ۶۰:۸-۱۱ — Al-Mumtaḥinah: 8-11/60

تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمنوں کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا۔"

صاحب تدبر قرآن فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص حاجت مند ہے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم اس کی مدد کریں خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس سے نہ کسی شکریہ کے طالب ہوں اور نہ کسی صلہ کے۔ اس آیت کی تفسیر میں مزید سورۃ الدھر کی آیت میں ہے:

"اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔"[1]

"ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔"

کا ذکر کرتے ہیں کہ یہاں تک کہ اگر کسی کے خلاف ہمارے دل میں عداوت بھی ہو تب بھی ہمارے لیے صحیح رویہ یہی ہے کہ ہم اس کے ساتھ نیکی کریں اس طرح کی نیکی کا جیسا کہ ہم کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم ہے۔[2]

تمام الہامی مذاہب سچے ہیں:

اسلام نے تمام الہامی مذاہب کو حق قرار دیا اور انہیں تعلیمات یعنی تمام مذاہب سچے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ۔"[3]

"اور کہا یہود نے نصاری کسی چیز میں برتر ہیں اور کہا نصاری نے کہ یہودی چیز میں برتر نہیں۔"

نجران کے عیسائی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کی آمد کی خبر سن کر علماء یہود بھی وہاں پہنچ گئے فریقین میں گفتگو شروع ہو گئی اثناء کلام میں یہود نے کہا کہ نصاری کا مذہب بالکل غلط ہے اور نصاری نے جواباً کہہ دیا کہ یہود کا حق و صداقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہیں پر قرآن درس رواداری دیتا ہے یہاں پر اللہ تعالیٰ دونوں کی غلطی کا اظہار فرماتے ہیں کہ جب تورات میں حضرت عیسیٰ کی رسالت کا انکار کردیں اور انجیل سے جب حضرت موسیٰ کی نبوت کی ان گنت شہادتیں موجود ہیں تو اب نصاری کس منہ سے حضرت موسیٰ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ غرضیکہ راستی کا دامن دونوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا دونوں اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام کی مخالفت کے لیے یہود و نصاریٰ دونوں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو بڑی فیاضی کے ساتھ نجات یافتہ اور جنتی قرار دے رہے ہیں۔[4]

لیکن اس پلیٹ فارم سے الگ ان کی باہم تکفیر و تفریق اور جنگ و جدل کا یہ حال ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کوئی جڑ تسلیم نہیں کرتے اور نصاریٰ یہود کی کوئی جڑ تسلیم نہیں کرتے حالانکہ دونوں ایک ہی کتاب کی پیروی کے مدعی ہیں تورات دونوں میں مشترک ہیں اسلام کسی دوسرے مذہب کی تردید نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی تکذیب کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ. وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔"[5]

---

[1]۔ الانسان، ۷۶:۹
Al-Insān, 76:9

[2]۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ج۹، ص ۱۱۰۔
Islahi, Amīn Aḥsan, *Tadabbur al Qurān*, Lahore: Faran Foundation, 2009, 110/9

[3]۔ البقرۃ، ۲:۱۱۳
Al-Baqarah, 2:113

[4]۔ اصلاحی، تدبر القرآن، ج۵، ص ۲۱۰
Islahi, *Tadabbur al Qurān*, 210/5

[5]۔ آل عمران، ۳:۸۴
Āl e Imran, 3:84

''کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر بھی جو ہمارے طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم اسماعیل اسحق یعقوب اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو دیئے گئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہم اللہ کے فرمان بردار ہیں''۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کسی ہدایت (مذہب) کی نہ تو تردید کرتی ہے اور نہ کسی نبی یا رسول کی تکذیب کرتی ہے بلکہ بغیر کسی تفریق واستثناء کے سب پر ایمان رکھتی ہے اس کا موقف یہ ہے کہ خدا کے ان نبیوں اور رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو جو تعلیمات دی تھیں ان کی امتوں نے ان میں یا تو ملاوٹ کردی یا ان کے کچھ حصہ کو فراموش کر دیا۔

یہود و نصاری کی تنگ نظری اور تعصب کے بعد کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اب مسلمانوں کو تعلیم دی جا رہی ہے تم اس تنگ نظری کا شکار نہ ہونا بلکہ تمہارا شیوہ ہونا چاہیے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں تمام انبیاء کی تصدیق کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اگرچہ ان کتابوں کے ماننے والے/دعوی کرنے والے تمہارے قرآن کو نہ مانیں اور ان انبیاء کی امت کہلانے والے تمہارے نبی مکرم پر ایمان نہ لائیں بلکہ طرح طرح کی شرانگیزیوں سے اذیت پہنچائیں تب بھی تمہارا رویہ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ تم ان چیزوں کو برداشت کرو اور رواداری کا مظاہرہ کرو یہی درس قرآن ہے اور مقصود انبیاء ہے۔قرآن نے صرف اہل کتاب کو ماننے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے ساتھ کھانا کھانے اور ان کے ذبیحہ کو بھی دلائل قرار دیا یہی رواداری کی انتہا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ۔"[1]

"آج کے دن طیبات (چیزیں) تمہارے لیے حلال کی جاتی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے ان کے لیے حلال ہے۔"

مولانا مودودی کے مطابق اہل کتاب کے کھانے میں ان کا ذبیحہ بھی شامل ہے ہمارے لیے اور ان کے لیے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی چھوت چھات نہیں ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ لیکن یہ عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرے کا اعادہ فرمادیا گیا کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کردی گئیں ہیں۔اہل کتاب کے سوا دوسرے غیر مسلموں کا بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ذبیحہ صرف اہل کتاب ہی کا جائز ہے جبکہ انہوں نے خدا کا نام اس پر لیا ہو، رہے غیر اہل کتاب تو ان کے ہلاک کیے ہوئے جانور کو ہم نہیں کھا سکتے۔اللہ تعالیٰ اپنے پاک نبی ﷺ کو بھی درگزر اور تحمل کا حکم فرما رہے ہیں اور ساتھیوں میں مسلمانوں کو بھی۔

"وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا۔"[2]

''بہت سے اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھی ایمان کے بعد کافر بنالیں۔"

مولانا مودودی اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہودی موشگافیاں کر کے طرح طرح کے سوالات مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے تھے کہ اپنے نبی ﷺ سے یہ پوچھو اور نہ پوچھو۔[3] اس پر اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ نے مسلمانوں متنبہ فرمایا کہ اس معاملے میں یہودیوں کی روش اختیار کرنے سے بچو یعنی ان کے عناد اور حسد کو دیکھ کر مشتعل نہ ہو جاؤ اپنا توازن نہ کھو بیٹھو اس سے بچوں اور مناظرے کرنے اور جھگڑے میں اپنے قیمتی وقت اور اپنے وقار کو ضائع نہ کرو بلکہ صبر و تحمل مزاجی دیکھتے جاؤ کہ اللہ کیا کرتا ہے۔

1۔ المائدہ، ۵:۵ — Al-Māi'dah, 5:5

2۔ البقرۃ، ۲:۱۰۹ — Al-Baqarah, 2:109

3۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمان القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ج، ص ۴۳۹

Maulānā abu al-a'lā Moududī, Syed Abu al Ala, *Tafhīm al Qurān*, Lahore: Idārah Tarjumān al Qurān, 439/1

جنگ کی مصلحت:

اللہ تعالیٰ نے جنگ کی مصلحت کو اپنے حکیمانہ ارشاد میں ظاہر فرمایا:

"وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔"[1]

"اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکتا ہوتا تو تمام گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں سب منہدم کر دی جاتیں۔"

اس آیت کریمہ میں صرف مسلمانوں کی مسجدوں کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ تین اور چیزوں کا بھی ذکر فرمایا یعنی صوامع، بیع اور صلوات صوامع سے مراد عیسائیوں کے راہب خانے مجوس کے معابد اور صابیوں کے عبادت خانے ہیں۔

بیع کے لفظ میں عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے کنائس دونوں داخل ہیں اور یہ جامع الفاظ استعمال کرنے کے بعد پھر صلوت کا ایک اور وسیع لفظ استعمال کیا جس کا اطلاق ہر موضوع عبادت پر ہوتا ہے اور سب سے آخر میں مساجد کا ذکر کیا جس کا اطلاق ہر موضوع عبادت پر ہوتا ہے اور سب سے آخر میں مساجد کا ذکر کیا اس سے بتانا مقصود ہے کہ اگر عادل انسانوں کے ذریعے ظالم انسانوں کو دفع نہ کرتا رہتا تو اتنا فساد ہوتا کہ عبادت گاہیں تک بربادی سے نہ بچیں جن سے ضرر کا کسی کو اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ جنگ کو اس وقت تک جاری رکھو جب تک خدا کے بے گناہ بندوں پر دست درازی اور جبر و ظلم کا سلسلہ بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا:

"وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ۔"[2]

"اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے۔"

مذہبی رواداری از روئے حدیث:

احادیث میں بھی ہمیں رواداری کا پہلو غالب نظر آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی شخصیت ہمارے سامنے ایک مثالی نمونہ ہے جس کو سامنے رکھ کر ہم برداشت کا جذبہ پیدا کریں۔ عصبیت، وطنیت، جہالت، تشدد اور دہشت گردی کا خاتمہ کریں۔ ہم رواداری، قلبی وسعت پیدا کریں چنانچہ اس ضمن میں رسول ﷺ کی زندگی سے استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن میں آپ ﷺ کی ذات کو تمام انسانوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔"[3]

"بے شک تمہارے لیے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک نمونہ ہے۔"

اللہ حضور ﷺ کی تربیت فرمائی اور آپ ﷺ نے سب انسانوں کی تربیت فرمائی آپ ﷺ نے انسانوں کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی اچھی نصیحتیں اور اچھی اچھی باتیں تو سب کر سکتے ہیں، کرتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ جو کچھ کہا گیا کر کے بھی دیکھایا گیا ہو۔ سب بولتے ہوئے نظر آتے ہیں عمل کرتا ہوا کوئی نظر نہیں آتا مگر حضور ﷺ جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا آپ ﷺ سب سے سبقت لے گئے آپ ﷺ کی زندگی کا یہ روشن پہلو بہت روشن اور تابناک ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ قرآن میں آتا ہے۔

1۔ الحج، ۲۲:۴۰ — Al-ḥaj: 40/22

2۔ البقرۃ، ۲:۱۹۳ — Al-Baqarah, 2:193

3۔ الاحزاب، ۳۳:۲۱ — Al-Aḥzāb, 33:21

"خُذِ الْعَفْوَوَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ-"[1]

"اے محبوب ! معاف کرنا اپنی عادت بنالو اور بھلائی کا حکم دو۔"

جب انسان حضور ﷺ کی معاشرتی اور عملی دنیا دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے آپ ﷺ اس شان کی رواداری کا مظاہرہ کیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی افسوس ہم حضور ﷺ کے راستے سے بہت دور چلے گئے۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الله بعثنی لاتمم مكارم الاخلاق وكمال محاسن الافعال-"[2]

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لیے معبوث فرمایا۔"

حضرت عائشہ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا۔

"كان خلقه القرآن-"[3]

"آپ ﷺ اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے۔"

سیرت مبارکہ میں مذہبی رواداری کے واقعات:

سیرت مبارکہ میں رواداری کا پہلو:

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں بھی ہمیں رواداری کا پہلو غالب نظر آتا ہے کیونکہ آپ کی شخصیت ہمارے سامنے ایک مثالی نمونہ ہے۔اس طرح انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں چل رہا تھا آپ ﷺ اس وقت نجران کی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستہ میں ایک اعرابی آپ کو ملا اس نے آپ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی میں نے نظر اٹھائی تو آپ کی گردن پر اس کے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گئے ہیں۔ پھر اعرابی نے کہا یا محمد ﷺ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے وہ مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور مسکرائے پھر ہدایت دی کہ اس کو دے دیا جائے۔[4]

غیر مسلم کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا:

صحابہ رسول ﷺ حضرت سہیل بن حنیف، سعد قیس ایک غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جنازہ غیر مسلم کا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ ایک بار آنحضور ﷺ کے سامنے یہودی کا جنازہ گزرا آپ ﷺ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے عرض کی یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ کیا وہ جان نہیں۔یعنی ہماری بھی جان ہے اور اس کی بھی اس طرح جان ہے جس نے اس کو پیدا کیا اسی نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں ہر انسان کے ساتھ عزت و احترام کا اظہار ملتا ہے۔

اعرابی کا مسجد میں پیشاب کرنا:

رسول پاک ﷺ کی حلم و بردباری کا یہ عالم تھا کہ تمام صحابہ کا حلم بھی مل کر آپ ﷺ کے برابر نہ تھا حالانکہ سب صحابہ کرام حلم و

1۔ الاعراف،۱۹۹:۷ — Al-Ā’rāf, 7:199

2۔ خطیب طبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، رقم الحدیث: ۵۷۷۰

Khateeb Tabrezi, Muḥammad bin Abdullah, *Mishkāah al Maṣabīḥ*, Kitāb al-Fadhā’il wa al-shumāi’l, Hadīth: 5770

3۔ احمد بن حنبل، المسند، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، رقم الحدیث: ۲۵۲۸۵، ج۷، ص۳۹

Aḥmad bin Hanbal, *Al Musnad*, Lahore: Maktabah Raḥmānīyah, Hadīth: 25285, 39/7.

4۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، لاہور: نعمانی کتب خانہ، ۱۹۸۱ء، ج۲ ص ۹۳۔

Muslim bin al-Hajjāj, *Al-Jāme al Saḥīḥ*, Lahore, Noumāni Kutab Khānah, 1981 AD, 93/2

سکنت کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کی حیثیت سب معاملات میں ایک شفیق استاد اور رحم دل مہربان مصلح و مربی تھی اس کا ایک نمونہ ہمیں حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ یہ دیکھ کر اس پر دوڑ پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا وہاں ایک ڈول پانی یا کچھ پانی بہا دو اور یاد رکھو کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بن کر بھیجے گئے ہو۔ تنگی و دشواری پیدا کرنے والے نہیں۔[1]

غیر مسلم کا قرض کا مطالبہ کرنا:

زید بن سعنہ (قبول اسلام سے پہلے) آپ کے پاس آیا اور قرض کا مطالبہ کیا جو آپ ﷺ نے اس سے لیا تھا پھر اس کے بعد اس نے کپڑا پکڑ کر آپ کے شانہ مبارک سے زور سے کھینچا اور مٹھی میں کپڑے کو لیا اور سخت الفاظ میں بات کی پھر کہا تم عبد المطلب کی اولاد بڑے ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ حضرت عمر نے اس کو جھڑکا اور سخت لہجہ میں بات کی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا رویہ مسکراہٹ کا رہا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا عمر ہم اور یہ شخص تمہاری طرف سے دوسرے رویہ کے مستحق تھے تو تم مجھے قرض جلد ادا کرنے کا حکم دیتے اور اس کو نرم طریقہ سے تقاضا کرنے کا کہتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی مدت ادائیگی میں ابھی تین دن باقی ہیں۔ بہر حال آپ ﷺ نے حضرت عمر کو اس کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا اور بیس ساع اس کو مزید دینے کا فرمایا کہ اس کا معاوضہ ہے جو حضرت عمر نے اس کو خوف زدہ کر دیا تھا اور پھر یہی بات اس کے اسلام کی قبولیت کا باعث بن گئی۔[2]

سراقہ جیسے دشمن کے ساتھ رواداری:

آپ ﷺ نے قدم قدم پر رواداری کے چراغ روشن کیے اور محبت کے نور سے منور کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بدترین بدخواہوں کی رعایت فرمائی۔ ان کی سفارش پر سینکڑوں قیدی رہا کر دیئے۔ ان کی عیب پوشی فرمائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے پھر بھی آپ ﷺ نے کفن کے لیے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ان کی بدخواہی ظاہر نہ ہونے دی۔ یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے سراقہ جیسے دشمن کو بھی یہ خوشخبری سنائی کہ وہ شاہ ایران کے کنگن پہنے گا وہ حیران ہو گیا۔ حضرت عمر کے زمانے میں جب ایران فتح ہوا تو آپ عمر کے سامنے کنگن پیش کئے گئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے سراقہ کے ہاتھوں میں کنگن پہنائے اور فرمایا: لائق حمد و ثنا صرف اللہ کی ذات ہے جس نے کسریٰ جیسے بادشاہ عجم کے کنگن چھین کر سراقہ جیسے غریب دیہاتی کو پہنا دیئے۔[3]

باطل معبودوں کو برا کہنے کی ممانعت:

اس طرح آپ ﷺ کی تعلیمات رواداری کا درس دیتی ہیں کہ باطل معبودوں کو برا نہ کہا جائے کیونکہ دوسرے لوگوں کو اور ان کے مذاہب کو بھی برداشت کیا جائے۔ آپ ﷺ کے ہاں رواداری کا تو یہ عالم ہے کہ آپ نے دوسرے مذاہب کے باطل معبودوں کو بھی برا کہنے سے منع فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1]۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ا، ص ۳۵

Bukharī, *Al Jāme Al Saḥīḥ*, 35/1

[2]۔ احمد بن حنبل، المسند، ج ۳، ص ۱۵۳

Aḥmad bin Hanbal, *Al-Musnad*, 153/3

[3]۔ بدر القادری، اسلام اور امن عالم، اعظم گڑھ: المجمع الاسلامی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۰۱۔

Badar al-Qādrī, *Islām aur Amn-e-Ālam*, Azangarh: Al Majma al Islami, 1995, p.301

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ. كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ. ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔"[1]

"اور خبر دار تم لوگ انہیں برا بھلانہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لئے اس کے عمل کو آراستہ کردیا ہے اس کے بعد سب کی بازگشت پروردگار ہی کی بارگاہ میں ہے اور وہی سب کو ان کے اعمال کے بارے میں باخبر کرے گا۔"

رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کا واقعہ:

ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے یہاں ایک سفارت آئی۔ آپ ﷺ نے اس کو مہمان بنایا اور نفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دینا چاہے تو صحابہ نے عرض کی کہ ہم یہ خدمت دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے میرے دوستوں کی میں خود ان کی خدمت کروں گا۔[2]

عیسائیوں کا مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنا:

چنانچہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عیسائیوں کی نماز کا وقت آگیا انہوں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنا شروع کردی۔ مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کیا اور فرمایا نماز پڑھنے دو چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے مذہب کے مطابق مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔[3]

یہودیوں سے رواداری:

اسی طرح یہودیوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے مروت مذہبی رواداری اور کشادہ قلبی سے کام لیا۔ غزوہ خیبر میں جو مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس میں تورات کے متعدد نسخے تھے۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ وہ ان کو عطا کردیئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ صحیفے ان کے حوالے کردیئے جائیں۔ چنانچہ ایک اسلامی ریاست مدینہ کی اسلامی ریاست کی طرح مساوات انسانی کو اپنی سیاست کا درجہ کا ایک بنیادی اصول بنا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ہر موقع پر اس اصول کو پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ معاہدات کے مواقع پر بھی اس اصول کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔

معاہدہ حدیبیہ میں غیر مسلموں سے مساوات:

معاہدہ حدیبیہ طے کرکے جب اس کو لکھا جانے لگا تو حضرت علی جو اس معاہدے کو لکھ رہے تھے شروع بسم اللہ سے کیا۔ اس پر سفیر قریش سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا اور باسمک اللہ لکھنے کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے حضرت علی سے کہا کہ ایسے ہی لکھو۔[4]

اگرچہ بظاہر یہ عام معمولی سے بات نظر آتی ہے مگر یہ واضع ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک غیر مسلم کی بات کا خیال کرتے ہوئے مساوات کی اور عرب کے قاعدے کے مطابق ہی معاہدہ حدیبیہ لکھوادیا۔ اسی طرح معاہدہ سینٹ کیتھرائن میں سینٹ کیتھرائن کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو ایک فرمان عطا فرمایا جو آزادی اور حقوق کے تحفظ کی ایک مثال ہے۔ اس کی رو سے عیسائیوں کو ایسی مراعات حاصل ہو گئیں جو

1۔ الانعام، ۶:۱۰۸
Al Ana‘ām, 6:108

2۔ الخفاجی، احمد بن محمد عمر، نسیم الریاض فی الشرح الشفاء، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۱۰۰۔
Al Khafājī, Aḥmad bin Muḥammad Umar, *Nasīm al-Rīyādh fi al Sharah al Shafā*, Beirut: Dār Al Kutub al Ilmiyah, 2008, 100/2

3۔ ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد، کراچی: نفیس اکیڈمی، ج ا ص ۳۵۔
Ibn-e-Qayam al Jouzi, *Zād al-Ma‘ād*, Karachi: Nafees Academy, 35/1

4۔ ابن جریر طبری، تاریخ طبری، ج ، ص
Ibn e Jarīr al-Tabrī, *Tāreekh Tabrī*, 10/3

انہیں اپنے حکمرانوں کے عہد میں حاصل نہیں ہوئی تھی۔[1] اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں تمام لوگوں کو مکمل آزادی ہے۔ اسلام نے مذہبی رواداری کے اصول وضع کیے ان پر سختی سے عمل بھی کیا۔ قرآن اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فرمایا:

"لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔"[2]

"تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین۔"

یہودیوں سے رواداری کا واقعہ:

حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ قرض لینا تھا۔ جو کئی ایک دینا تھے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے تقاضا کیا آپ ﷺ نے فرمایا اے یہودی میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں تجھے دو وہ کہنے لگا، اے محمد ﷺ میں اس وقت آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک میرا قرض مجھے نہ دو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر میں تیرے ساتھ ہی بیٹھا رہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور فجر کی نماز اسی جگہ پڑھی۔ رسول اللہ کے صحابہ اس کو ڈانٹتے تھے اور دھمکیاں دیتے تھے۔ رسول اللہ جو کچھ کر رہے تھے اس کو سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع کیا ہے میں کسی ذمی یا کسی پر ظلم کروں جب دن نکل آیا تو یہودی کہنے لگا میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔[3]

سفر طائف میں قبیلہ ثقیف سے رواداری:

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ثقیف کے سرداروں کو اور ذمہ دار لوگوں کو دین حق کی دعوت دی لیکن آپ ﷺ کو بڑا سخت جواب ملا انہوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور شہر کے اوباش لڑکوں اور لوگوں کو آپ ﷺ کو ستانے پر مامور کر دیا یہ لوگ آپ ﷺ کا گالیاں دیتے اور پتھر پھینکتے۔ طائف میں جتنا آپ ﷺ کو ستایا وہ مشرکین مکہ کی ایذار سانیوں سے کہیں زیادہ تھا۔ لوگوں نے پتھر مار کر آپ ﷺ کو زخمی کر دیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں زخمی ہونے سے لہولہان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری اور بے وقعتی کی فریاد کی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی دعا مانگی۔ اس موقع پر اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور اس نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع ہے ملا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی اولادوں سے کوئی ایسا پیدا ہو گا جو خدائے واحد کی عبادات کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔[4]

قریش کے لوگ آپ ﷺ کی سخت مخالفت کرتے اور آپ ﷺ کو اس قدر ستاتے کہ ان کی راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے، سجدہ میں آپ ﷺ کی گردن پر او جھڑی لا کر ڈال دیتے گلے میں چادر لپیٹ کر اس قدر زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں نشان پڑ جاتے۔ جب آپ باہر نکلتے تو شریر لڑکے آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے اور آوازیں کستے۔

ابو جہل جیسے دشمن کے ساتھ رواداری:

1۔ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص

Ibn Sa'd, *Al Tabqāt al Kubrā*, 417/1

2۔ الکافرون، ۱۰۹:۶۔

Al-Kāfirūn, 109:6

3۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ج ، ص

Tabrezi, *Mishkāt al-Maṣābīḥ*, 12134/3

4۔ ابو الحسن علی ندوی، نبی رحمت، لاہور: مجلس نشریات، ص ۔

Abu al Hasan Ali Nidwī, *Nabī e Raḥmat*, Lahore: Majlis Nashriyāt, p.187,188

ایک دفعہ آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے وہاں قریش بھی موجود تھے۔ابو جہل نے کہا کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ (نجاست) اٹھالاتا۔جب محمد ﷺ سجدے میں جاتے تو اس کی گردن پر ڈال دیتا۔عقبہ نے کہا یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔چنانچہ اوجھ لے کر آپ ﷺ کی گردن مبارک پر ڈال دی۔[1]

خلافت راشدہ میں مذہبی رواداری

پھر رسول ﷺ کے خلفاء نے آپ ﷺ کے بعد انہی خطوط پر حکمرانی کی اور حضور ﷺ کی اس بلند پایہ دوستی اور مذہبی رواداری کی پالیسی کو قائم رکھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر بیت المقدس میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں کے عیسائیوں کی پیش کردہ اس مشرط کو قبول فرماتے ہیں کہ وہاں کوئی یہودی نہ رہے گا۔وہ بیت المقدس کے بڑے گرجے میں ہیں کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے لیکن وہ گرجے میں نماز محض اس لیے نہیں پڑھتے کہ کہیں اس میں ان کا نماز پڑھنا، مسلمانوں کے لیے مطالبہ نہ بن جائے یہ مسلمانوں کی مسجد ہو گئی ہے لہٰذا اسے مسلمانوں کے قبضہ میں رہنا چاہیے۔یہ ہے وہ رواداری کا رنگ جو ہر اس معاشرہ پر حاوی رہا ہے جس پر ہماری تہذیب کے اصول سایہ فگن ہیں یہی وجہ ہے کہ مذہبی رواداری کے ایسے مظاہرے ہمیں اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں جسے دوسری انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صلح نامہ بیت المقدس:

جب ھ کو بیت المقدس فتح ہوا حضرت عمر نے مذہبی رواداری کی ایک بے نظیر مثال رقم فرمائی اور یہ صلح نامہ طے پایا۔یہ وہ رعایتیں ہیں جو اللہ کا بندہ امیر لاموٴمنین عمر اہل ایلیاء کو دیتا ہے اس کی جان مال، گرجے، صلیب، بیمار تندرست اور ان کے کل مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے کسی کو ان کے گرجاؤں میں سکونت کا اختیار نہ ہوگا۔مذہب کی بابت ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور ایلیاء پر یہ فرض ہے کہ وہ شہر والوں کو جزیہ دیں یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں پس یونانی میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امن ہے جب تک محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائے۔اور جو شخص ان میں ایلیاء والوں کے ساتھ رہنا چاہے اس کو بھی امان ہے اس کو اہل ایلیاء کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور اہل ایلیاء سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر ان کے ساتھ جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائے اور جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اس پر اللہ اور اس کے رسول ان کے جانشینوں اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ اہل ایلیاء جزیہ مقررہ ردیئے جائیں اس وثیقہ پر خالد بن ولید، عمر بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابو سفیان نے اپنے اپنے دستخط بطور گواہ کیے۔

معاہدہ بیت المقدس سے چند باتوں کا ثبوت:

اس معاہدہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں وہ یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا دوسرا یہ کہ ان کے عہد حکومت میں دوسروں مذاہب والوں بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی اس کے علاوہ غیر فرقوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں سورتوں میں ان کو امن دیا گیا۔[2]

مذہبی رواداری کے عصری تقاضے:

مذہبی رواداری نہ ہونے کی وجہ سے آج ہندو مسلم تعلقات جس نہج پر ہیں اسے دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج ترقی پسندی اور سیکولرزم کے دعوی دار ملک ”بھارت“ انسانیت کے حوالے سے وہ کچھ نہیں جو اس دور میں تھا۔

1۔ سید سلیمان ندوی، مولانا شبلی، سیرت النبی، ج۴، ص ۲۱۱

Syed Sulemān Nidwī, *Sīrat al-Nabī*, 211/4

2۔ چوہدری محمد حنیف، اسلامی تاریخ و تمدن، ملتان: ٹارگٹ پبلی کیشنز، ص ۔

Ch. Muḥammad Hanīf, *Islāmī Tārīkh o Tamadun*, Multan: Target Publications, p.266-268

جس پر رجعت پسندی، مذہب پرستی اور بادشاہت کی (پھبتی کسی) جاتی ہے اس کے علاوہ پوری دنیا میں بھی عدم رواداری کی وجہ سے بدامنی پر مبنی انسانیت سوز استحصال کا نظام چل رہا ہے۔ لندن آبزور (ستمبر ء) کے مطابق دنیا بھر کے ممالک میں بنیادی عدم توازن اور عدم رواداری خود انسان کا پیدا کردہ ہے وہ پانچ ہزار نسلی گروہوں میں تقسیم ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ''روانڈا'' میں سب سے زیادہ ہولناک جنگ لڑی گئی جہاں ''ہوتو'' اور ''شنی'' نسلی گروہوں نے ایک ہی مذہب سے تعلق کے باوجود ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی کردوں کا کوئی وطن نہیں ان کے ساتھ آرمینیا، آذربائیجان، ایران، عراق، شام اور ترکی میں تصادم جاری ہے تصادم کی سب سے بڑی اور خطرناک صورتحال وہ ہے جو ایک ہی ملک میں مختلف مذہبی گروہوں میں ہوتی رہتی ہے۔

سربیائی آرمثال کے طور پر بوسنیا میں رومن کیتھولک، سربیائی آرتھوڈکس اور مسلمانوں میں ٹکراؤ۔ چین میں مسیحوں سے ٹکراؤ، بھارت میں مسیحوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں میں تصادم اسی طرح مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں اور یہودیوں میں ٹکراؤ۔ شمالی آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں میں جنگ سری لنکا میں تامل اور سنہائی ہندوؤں اور مسلمانوں میں جنگ ہو رہی ہے تبت میں کیمونسٹوں اور بدھ مت کے ماننے والوں کی جنگ۔

بہت سی جگہوں پر تصادم کی وجہ سے نسلی، لسانی اور مذہبی یا اقتصادی تفرقات میں ان وجوہات کی وجہ سے کوئی ایک سبب متعین نہیں کیا جاسکتا ایک عقیدے کے لوگ جب اقتدار حاصل کر لیتے ہیں تو دوسرے لوگوں کے لیے خطرات بڑھ جاتے ہیں بعض اوقات حکومت کے ایسے اقدامات سامنے آتے ہیں جن سے مذہبی آزادیوں پر زد پڑتی ہے۔

بعض ممالک میں حکومتیں ایسے مذہبی گروہوں کے ساتھ مل کر دوسرے گروہوں پر حملے کرتی جو ان کے اتحادی ہوتے ہیں جہاں چرچ اور ریاست میں کوئی فرق نہیں ہے وہاں ایسے حملے زیادہ ہوتے ہیں اس کے لیے سوڈان کی مثال دی جاسکتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے جنوب سے غیر مسلموں کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اسلام کے خلاف مغرب کے بے جا پروپیگنڈے اور خوف کے بیان کرنے کے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اسلام کی تعلیمات پیش کر دی جائیں جو دوسرے مذاہب اور اس کے ماننے والوں کو برداشت کرنے کے حوالے سے ہیں۔ انسانیت کے مابین فتنہ و فساد اور بگاڑ و انتشار کی وجہ تنگ نظری اور تعصب ہے لیکن حضور ﷺ نے حضور ﷺ نے مذہبی تعصب اور تنگ نظری کو ختم کر کے معاشرے کی تشکیل رواداری کے اصولوں پر کی۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ تمام عالم کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ اس لیے آپ کا دین بھی اقوام عالم کے لیے رحمت ہے آپ ﷺ سے قبل مذہبی معاملات میں قطعاً آزادی نہ تھی بلکہ مذہب تبدیل کرنے کے لیے بھی بہت ظلم کیا جاتا تھا۔

علامہ فرید وجدی نے لکھا ہے: مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کرنے میں بڑی بے رحمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی جو لوگ انکار کرتے تھے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیے جاتے۔ پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈرے جاتے تھے یا ان کی دونوں ٹانگیں دو گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے۔ تانبہ پگھلا کر ان پر ڈالتے تھے یا ان کو ہلکی آگ پر کئی روز تک جلایا جاتا۔ یہاں تک کہ ان کے بدن کی چربی پگھل پگھل کر بہہ جاتی۔

اسلام کی مذہبی رواداری کا ذکر (گوبینو) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کوئی مذہب اسلام کی مثل، روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو، بلہ ان کے دین و ایمان سے کوئی سروکار نہ رکھا ہو رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔ [1]

1۔ ڈاکٹر زاہد انجم، عالم اسلام کے وسائل و مسائل، لاہور: ایورنیو بک پیلس، ص ۲۴۴-۲۴۶
Dr. Zahid Anjum, *Āalam e Islām ky Wasā'il o Masā'il*, Lahore: Evernew Book Palace, p.244-246

یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ سابقہ شریعتیں اصلی شکل میں موجود ہیں یا اب بھی قابل عمل ہیں بلکہ ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ راہ راست پر ہیں۔ آپ ﷺ (مع مسلمانوں کے) اپنی شریعت کا اتباع کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں دوسرے مذاہب کو برداشت کریں۔اسلامی ریاست میں دوسرے مذاہب ان کے مذہبی پیشواؤں اور عبادت کانوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔یعنی "یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں۔ یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں رہیں گے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں۔مزید برآں کی پادری کو اس کے موقف ہے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے کسی کاہن کو اس کی کہانت سے ہٹایا جائے اور اسیر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔ ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ حکومت میں منہدم شدہ گرجوں کی تعمیر اس وقت کے سرکردہ علماء لیث بن سعد اور عبداللہ ابن لیعہ وغیرہ کے مشورے سے ہوئی۔

ابوعبیدہ نے کئی ملکوں کے تذکرے کے بعد لکھا ہے کہ ان کے باسندے اپنے اپنے مذہب اور شریعتوں پر باقی رکھے گئے تھے۔فقہ اسلامی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کے خنزیر یا شراب کو ضائع کردے تو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔[1] حالانکہ یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہیں۔ ہر مذہب کے ماننے والوں کو پرسنل لاء اور کلچر میں آزادی دی گی ہے۔یعنی یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام، نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام پرسنل لاء میں آزاد ہونگے۔ان کے اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ ہوا جائے۔اور ان کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔

شام کی فتح کے پندرہ سال بعد حضرت عمر کے زمانے میں ایک پادری نے اپنے دوست کے نام ایک خط میں لکھا: ''یہ طائی (عرب) جنہیں خانے آج کل حکومت عطافرمائی ہے اور وہ ہمارے مالک بن بیٹھے ہیں لیکن وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں، بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں''۔اسلامی تعلیمات صبر وبرداشت کا نتیجہ تھا کہ عباسیہ اور دیگر مسلمان حکمرانوں کے عہد میں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ پرامن طریقے سے مل جل کر رہے اور کبھی بھی مذہبی اور تہذیبی ٹکراؤ کی نوبت نہیں آئی لیکن اس وقت امریکہ اور دیگر مغربی اقوام کی غلط پالیسیوں اور اسلامی ممالک میں ان کی بے جا مداخلت کی وجہ سے بعض جگہوں پر مسلمان رد عمل کا شکار ہوکر مختلف قسم کی جوابی کاروائیاں ہیں جس کی وجہ سے مغربی میڈیا اور مفکرین (مغرب) بے جا طور پر انہیں دہشت گرد اور انتہاپسند قرار دیتے ہیں حالانکہ ان تمام تخریبی کارائیوں کے اصل ذمہ دار خود امریکہ اس کے حواری ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو ممکن حد تک عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیتا ہے اور کسی قوم کی دشمنی میں بھی اس پر ظلم اور ناانصافی کی ہر شکل کو ناجائز قرار دیتا ہے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک اگر اسلامی ممالک میں مظالم ڈھائے ہیں تو تمام اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ اجتماعی طور پر انہیں ایسا کرنے سے روکیں۔ لیکن اسلام کسی فرد یا گروہ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کی جان ومال اور ان کے سفارت خانوں یا معابد کو نقصان پہنچائے۔

جس کی وجہ سے اس وقت بھی پوری دنیا معاشی بدحالی اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہے جو کہ لازمی طور پر بدامنی اور فساد فی الارض کا باعث ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۔ مغربی سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کی بدولت اس وقت دنیا میں ایک ارب تیس کروڑ افراد ایسے ہیں جن کو روزانہ ایک ڈالر سے کم میں گزارا کرنا پڑت اہے۔اور روزانہ 35000 افراد غذا کی کمی اور قابل علاج بیماریوں کے ہاتھوں دم توڑ دیتے ہیں۔اقوام متحدہ کی رپورٹ

---

[1]۔ ابن خلیل، اسلامی تاریخ وتمدن، ملتان: ہنی بک سنٹر م، ص ۔

Ibn-e-Khalīl, *Islāmī Tārīkh wa Tamadun*, Multān: Honey Book Centre, 237,238

کے مطابق اس وقت بیش صد امیر ترین افراد دنیا کی 80 فیصد دولت، تجارت، سرمایہ کاری اور بچتوں پر قابض ہیں جبکہ غریب ترین افراد صرف ایک فی صد تجارت سرمایہ کاری اور بچتوں کے مالک ہیں۔

- وجہ یہ ہے کہ مغرب نے دنیا کے تمام ممالک بشمول اسلامی ممالک میں بے جا مداخلت کر کے ان کے معاشی اور معدنی وسائل پر قبضہ کیا ہے اور عالمی اقتصادی پالیسیوں کو I.M.F ورلڈ بنک اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعے اپنے کنٹرول میں لیا اور عرب ممالک کے تیل اور دولت پر ناجائز قبضہ کیا۔
- کویت اور سعودی عرب کی حفاظت کے نام پر اپنے ہزاروں فوجیوں کو عرب کی سرزمین پر رہنے کا جواز فراہم کیا ہے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کا ناسور پیدا کر کے مسلمانوں کے لیے ایک مستقل خطرہ کھڑا کر دیا اور پھر اپنے دوہرے معیار کے تحت اسرائیل وغیرہ کے لیے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے علی الرغم مراعات جاری رکھیں جبکہ اسلامی ممالک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے نام پر مداخلت کی اور ظالمانہ پابندیاں لگا کر اپنے خلاف نفرت اور غصے کے جذبات پیدا کیے۔ امریکہ کے عراق اور افغانستان پر حملوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اپنے خلاف رائے عامہ کو مزید ہموار کیا۔
- مغربی میڈیا اور اس کے دانشوروں نے مسلمانوں کو اشتعال انگیز ناموں بنیاد پرست Fundamentalist دہشت گرد Terrorist جنونی Fanatic انتہا پسند Extremist وغیرہ سے یاد کر کے اپنے خلاف مسلمانوں کے غصے کی لہر میں مزید اضافہ کیا۔
- اسی طرح امریکی کانگریس نے "مذہبی مواخذے سے آزادی" کے نام سے ایک بل منظور کر کے امریکی صدر کو دیگر ممالک میں بے جا مداخلت کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی۔ نتیجتاً ممالک میں مذہبی آزادی کی نگرانی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر مداخلت شروع کر دی جبکہ خود امریکہ میں انسانی حقوق کا حال تمام دنیا سے بدتر ہے اور جرائم کی شرح تمام ممالک سے زیادہ ہے ان تمام بے انصافیوں اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے اگر غریب اقوام اور مسلمانوں کے اندر مغرب کے خلاف غصے اور نفرت کے جذبات پیدا ہوں اور عدم برداشت کا شکار استحصالی نظام ہے نہ کہ غریب اقوام اور مسلمان۔ اگرچہ اسلام رد عمل کی صورت میں بھی بے گناہ انسانوں کے قتل عام کی اجازت نہیں دیتا۔
- عدم برداشت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب نے پہلے خود آسمانی ہدایت اور مذہبی اقدار و روایات سے انحراف کیا پھر تمام انسانی معاشرے کو ان حدود و قیود سے آزادی سے کر پر فریب نعرے کی آڑ میں انتشار اور فساد سے ہم کنار کیا اور جدید مواصلاتی سہولتوں سے اپنا اباحیت پسند کلچر دوسری اقوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی اور جب مسلمانوں کی طرف سے اس مغربی کلچر کے خلاف اٹھی تو اسے مغرب نے رجعت اور قدامت پسندی کا نام دیا۔

اس وقت عدم برداشت اور فساد فی الارض کا اصل ذمہ دار آسمانی ہدایت سے محروم مغربی نظام ہے جسے مغرب نے غلطی سے بہترین نظام کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی کہ اب اس سے کوئی اور نظام دنیا کو نہیں دیا جا سکتا حالانکہ یہ تاریخ کا اختتام نہیں بلکہ تاریخ کے جدید آغاز کا وقت ہے اور یہ اس وقت کی سب سے بڑی پکار ہے کہ عالمی وسائل، خزانہ اور دولت منصفانہ طور پر تقسیم ہوں تاکہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو اگر یہ تقسیم پرامن طریقے سے نہ ہوئی تو پھر ایک بہت بڑے تصادم کے بعد ہو گی لیکن یہ بات بظاہر مغرب سے بعید نظر آتی ہے اس لئے آج امت مسلمہ کو اپنی سفوں کے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کر کے اپنے فرض کی طرف دعوت دینے کی ضرورت ہے اور اسلام کے حوالے سے مغرب کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا رد بھی ضروری ہے مواصلاتی Global Village کی شکل دیکر دعوت کے اس کام کو مزید آسان بنا دیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ایمان و تقویٰ اور صبر و برداشت کی صفات سے آراستہ ہو کر تمام دنیا کے سامنے عملی طور پر اسلام کو پیش

کریں قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں: ’’ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا نظام پیش کرنا چاہیے جو انسانی مساوات اور عدل عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہوں صرف یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے اور ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیں سے بچائے گا اور نوع انسانی کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے گا یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا‘‘۔[1]

نتائج وسفارشات:

مندرجہ بالا بحث سے کچھ نتائج وسفارشات بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. عصر حاضر میں الہامی کتب کی تعلیمات کی روشنی میں انسانی حقوق کے مسائل پر کافی حد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔
2. جذبہ خیر سگالی کے تحت مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے ایسے تہواروں اور پروگراموں میں بھرپور شرکت کی جائے جو شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں، تاکہ پاکستانی معاشرے میں رہنے والی اقلیتوں کے افراد کے ساتھ محبت اور تعلق میں اضافہ ہوا اور ایک دوسرے کو بہتر انداز میں سمجھا جاسکے۔
3. مذاہب عالم معاشرتی استحکام کی ضمانت دیتے ہیں۔اس لیے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو چاہیے کہ معاشرتی رواداری قائم رکھیں۔
4. چونکہ تمام مذاہب میں رواداری کی تعلیمات دی جاتی ہیں، اس لیے ان تعلیمات کو اپناتے ہوئے قوت برداشت کا مادہ ہونا ضروری ہے۔
5. تمام مذاہب معاشرتی استحکام اور امن وسکون کی فضاء پیدا کرنے کی نہ صرف تلقین کرتے ہیں بلکہ اس جستجو میں رہنا مذاہب کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔
6. شرف انسانیت کا وہ مقام جو مذاہب عالم کی مذہبی کتب میں بیان کیا گیا ہے انہیں نہ صرف بحال کیا جائے بلکہ مذہبی ومعاشرتی استحکام اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے اس پر عملی کوشش کی جائے اور نفرت، بغض اور عداوت کو چھوڑ کر محبت اور شرف انسانیت کے مقصد پر بلا تفریق کام کیا جائے۔
7. عصری نظام میں سوشل میڈیا کے کردار کا انکار ممکن نہیں، اس لیے سوشل میڈیا کو مثبت کردار ادا کرتے ہوئے ایسے پروگرامز اور ٹاک شوز کو منعقد کرنا چاہیے جو معاشرتی امن وسکون کو بہتری کی طرف لے جائیں اور ایسی شخصیات کو دعوت دی جائے، جن کی گفتگو اور شخصیت میں اعتدال پایا جاتا ہو۔

[1]۔ڈاکٹر زاہد انجم، عالم اسلام کے وسائل ومسائل، ص ۳۸۰– ۳۸۸۔
Dr. Zāhid Anjum, *Āalam e Islām ky Wasā'il o Masā'il*, p.380-388